© rasailojaraid.com

نام کتاب	:	آثار شبلی
مصنف	:	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی
ناشر	:	دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ
اشاعت	:	اول، جنوری ۲۰۱۳ء
صفحات	:	۷۵۲
قیمت	:	۵۰۰ روپے ہندی
تبصرہ نگار	:	ڈاکٹر شہزاد اقبال شام ؒ

علامہ شبلی نعمانی کی نگارشات، جن کے ذکر سے زیرِ نظر کتاب مزین ہے، برصغیر کے دینی ادب میں معاصر اصولِ تحقیق کو ایک ایسے رخ پر لے آئیں جس سے وہ اہلِ علم کے لیے اپنے موضوع کے اعتبار سے حوالہ جاتی مواد بن گئیں۔ موصوف کا یہ علمی کارنامہ اردو کے دینی ادب میں وہ نقطۂ آغاز تھا جہاں سے مغربی اہلِ علم سے برصغیر کے اہلِ دانش کا مکالمہ آسان ہو گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اصولِ حدیث کے ذیل میں مسلمانوں نے علم رجال اور روایت و درایت کے ضمن میں جن اصول تحقیق کی داغ بیل ڈال کر انھیں پروان چڑھایا، اہلِ مغرب میں سے اُس وقت سوائے معدودے چند محققین کے، عام اہلِ دانش نہ صرف ان سے نابلد تھے، بلکہ آج بھی اس گنجِ گراں مایہ کے وجود سے بڑی حد تک بے خبر ہیں۔ برصغیر کی علمی روایت کے تتبع میں جو ادب انیسویں صدی میں سامنے آیا، وہ جدید مغربی ذہن کے سانچے میں جگہ بنانے کے حوالے سے اتنا مناسب نہیں تھا، اس خلا کو شبلی نے پر کیا۔

علامہ شبلی نعمانی نے برصغیر کے دینی ادب میں جو گراں قدر اضافے کیے، وہ اتنے متنوع اور ہمہ جہت ہیں کہ ان پر کام کرنے کے لیے مخصوص صلاحیتوں کے حامل افراد کے بجائے مختلف صلاحیتوں کے رجال کار کی ضرورت رہی ہے۔ یہ کام خود علامہ موصوف کے موسسہ دارالمصنفین کے ساتھ ساتھ کئی دیگر ادارے اور افراد گذشتہ ایک صدی سے کر رہے ہیں۔ ادھر شبلی ؒ کے وہ وہ زاویہ ہائے علم و عمل ہیں کہ ان کے مختلف پہلو ہنوز تشنۂ تحقیق ہیں۔

؁ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد (ucs16@hotmail.com)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انھی کاموں میں سے ایک کام موصوف کے باقی رہ جانے والے ملفوظات کی تدوین تھی جو علامہ سید سلیمان ندوی نے کی۔ یہ کام بعد میں بھی لوگ اپنے اپنے ذوق کے مطابق کرتے رہے۔ اب ایک صدی کے دورانیے میں یہ کام کم و بیش مکمل ہو چکا ہے۔ اس موقع پر ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی نے مناسب سمجھا کہ علامہ شبلی کی تمام تحریروں پر ایک نشست میں تنقید و تجزیے کا کام کیا جائے، یوں زیر نظر کتاب کا وجود آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

کتاب ہذا کی تبویب کا آغاز توقیت شبلی سے ہوتا ہے۔ اس پہلے باب کے چھبیس صفحات میں علامہ شبلی نعمانی کی زندگی کا مدو جزر اختصار اور خوب صورتی کے ساتھ زمانی ترتیب سے بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں شبلی کی جملہ تصنیفات کا تعارف و تجزیہ ہے۔ اس باب میں مولف کے بہ قول کتب پر اعتراضات کا معروضی مطالعہ و جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ صورت واقعہ یہ ہے کہ کتاب کا بڑا حصہ معروضی مطالعے کے ساتھ ساتھ بڑی حد تک عقیدت کی خوش بو میں بسا ہوا ہے۔ کہیں کہیں تو مدافعانہ انداز کی کلیاں چٹک چٹک کر قاری کو اپنی خوش بو کی لپیٹ میں لے لیتی ہیں۔ تیسرے باب میں علامہ رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات و رسائل کا جائزہ ہے۔ اگلے باب کا حیطۂ عمل، علامہ موصوف کا فارسی کلام ہے۔ پانچویں باب میں علامہ کی اردو شاعری پر نظر ڈالی گئی ہے۔ چھٹا باب آپ علیہ الرحمہ کے مقالات و خطبات کے بیان سے عبارت ہے۔ ساتویں باب میں شبلی کے مکتوبات بہ شمول خطوط کا احوال ہے۔

اس حصے میں مولف علامہ موصوف کے نیاز مند ہونے کا حق ادا کرتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے سید سلیمان ندوی نے مکاتیبِ شبلی میں عطیہ فیضی اور زہرا فیضی کے خطوط شامل نہیں کیے تھے۔ ان خطوط پر مولوی عبدالحق، امین زبیری وغیرہم کا انتقاد علامہ شبلی کے حلقوں میں پذیرائی حاصل نہ کر سکا۔ کتاب ہذا کے مولف کے خیال میں اگر یہ [دیگر] خطوط کے ساتھ شامل اشاعت کر دیے جاتے تو۔۔۔ بہت سے اعتراضات پیدا ہی نہ ہوتے۔ مثلاً مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی علامہ شبلی کو اعظم گڑھ آنے کی اطلاع دیتے ہیں، اس کے جواب میں علامہ شبلی لکھتے ہیں:

کیا واقعی آپ جلوہ فرما ہوں گے اور کیا در حقیقت:

میرے ویرانے میں ہو جائے گی دم بھر چاندنی

والا نامہ بار بار پڑھتا ہوں اور اس سے مخاطب ہو کر کہتا ہوں:

سچ سچ بتا یہ حرف انہیں کے قلم کے ہیں

(مکاتیب شبلی، ج ا، ص ۱۱۵)

مولوی عبدالحق اور امین زبیری کی آنکھوں سے دیکھا جائے تو یہ خط عطیہ فیضی کے نام ہونا چاہیے۔ مکاتیبِ شبلی میں ان خطوط کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ شبلی اور سلیمان سے حسد رکھنے والوں نے "شبلی کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رنگین زندگی" اور "شبلی کا جرمِ محبت اور سید سلیمان ندوی" جیسی تحریریں لکھیں اور شبیہ شبلی کے بگاڑنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، حالاں کہ اب وہ خطوط محمد امین زبیری ہی کی بدولت سب کے ہاتھوں میں ہیں، اس سے شبلی کے بارے میں کسی قسم کی عدم ثقاہت کا اندازہ نہیں ہوتا۔ (ص ۶۳۹)

مولف کا یہ خیال دراصل یوں بھی بیان ہو سکتا ہے کہ دیگر معاصرین کے نام خطوط میں شبلی کا انداز نگارش دونوں خواتین کے نام خطوط میں بھی کم و بیش اسی طرح ملتا ہے، اگر ہر دو طرح کے خطوط یک جا ہوتے تو معترضین کو خامہ فرسائی کا موقع نہ ملتا۔

آٹھواں اور آخری باب نوادراتِ شبلی سے معمور ہے جس میں علامہ کی غیر مدوّن اور غیر مطبوعہ تحریروں کا ذکر ہے۔

ان تمام مذکورہ بالا خوبیوں کے علی الرغم یہ کہنا پڑتا ہے کہ کتاب ترتیب دیتے وقت مولف محترم، شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے خوشہ چین ہی رہتے، معتقد نہ بنتے تو مناسب ہوتا، لیکن بعض مقامات پر انہوں نے معتقد کی حیثیت اختیار کر لی جس کی لپیٹ میں وہ دیگر مشاہیر کو بھی لے آئے۔ ایک جگہ یوں رقم طراز ہیں:

شبلی دوسرے فردوسی تو نہ بن سکے لیکن علامہ اقبال (ف: ۲۱/ اپریل ۱۹۳۸ء) کے پیش رو ضرور قرار پائے۔ اقبال کی شاعری بالخصوص مذہبی، اخلاقی اور بعض سیاسی نظمیں اس کے ثبوت میں پیش کی جا سکتی ہیں، جس پر شبلی کا اثر اور تتبع صاف محسوس ہوتا ہے۔ اور نہ صرف علامہ اقبال بلکہ بعد کے متعدد شعرا مثلاً ظفر علی خاں اور ان کے بعد ماہر القادری اور حفیظ جالندھری وغیرہ کی شاعری پر اثرات شبلی صاف محسوس ہوتے ہیں۔ اس سے شبلی کی شاعرانہ عظمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ (ص ۴۷۰)

یہ مصرعِ طرح درحقیقت پورے ایک باب کا تقاضا کرتا ہے۔ ادھر مولف روا روی میں بلا ثبوت ایک بات کر کے آگے نکل گئے جس سے قاری تشنگی کا شکار ہو جاتا ہے اور آبِ جو کا حوالہ مولف نے دیا نہیں۔ اگر یہ داعیہ ناگزیر ہے تو بہتر تھا کہ مولف اس سلسلے میں اردو ادب کے چند نقادوں کے حوالے دیتے جو انھوں نے نہیں دیے۔

ایک دوسری جگہ مولف یوں رقم طراز ہیں: "مولانا شبلی نے ایک مقالے میں اسلام میں پردہ کی تاریخ اور اس کی مذہبی حیثیت اور اس کی اہمیت بڑے دل نشیں انداز میں واضح کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ پردہ بہر حال ضروری ہے۔ اس موضوع پر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ (ف: ۲۲/ ستمبر ۱۹۷۹ء) نے ایک اہم کتاب "پردہ" لکھی ہے، مگر نقش اول کی اہمیت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے۔" (ص ۵۲۳-۵۲۴) یہاں غیر شعوری طور پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولف پردہ کی غیر معمولی اہمیت کا اعتراف کرتے دکھائی دیتے ہیں اور فی الاصل یہ کہہ رہے ہیں کہ پردہ بہت اہم سہی، لیکن شبلی کے مقالے کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے غیر شعوری طور پر نقشِ اول کی اہمیت کم کر دی ہے۔

خدا لگتی کہیے تو اس طرح کے موازنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ یہ تینوں محترم اکابر اپنے اپنے میدان میں اس قدر لاثانی ہیں کہ ان کا باہم موازنہ یا کسی کی فوقیت کا بیان بجائے خود ایک کارِ بے ثمر ہے۔

جامعیت اور تنوع کے اعتبار سے علامہ شبلی کے یک جا کام کو بلاشبہ جامع العلوم یا انسائیکلوپیڈیا قرار دیا جا سکتا ہے۔ زیر نظر کتاب کو اس پیمانے پر پرکھا جائے تو یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوعات اور ہمہ پہلو ہونے کے باعث علامہ شبلی نعمانی پر ایک مختصر سی انسائیکلوپیڈیا ہی کی ایک شکل ہے۔ علمی اور تحقیقی اعتبار سے یہ ایک بلند پایہ کوشش تو یقیناً ہے، لیکن اس قاری کے لیے یہ کتاب مرتکز معلومات کا ایک خزینہ ہے جو ایک نشست میں علامہ شبلی پر زیادہ سے زیادہ جاننے کا خواہش مند ہو۔ دیگر خوبیوں کے ساتھ ساتھ یہ خوبی اس کتاب کا اولیں تعارف ہے۔ مولف محترم نے کتاب ترتیب دیتے وقت جہاں اس تنوع اور جامعیت کو اپنی اس کوشش میں بہ خوبی سمو دیا ہے، وہیں انھوں نے بڑے سلیقے سے یہ اہتمام بھی کیا کہ مزید جاننے کے طالب افراد کی جستجو کو مہمیز ملے۔ یہاں آ کر وہ قاری کی تشویق کو صیقل ہی نہیں کرتے، بلکہ اس کی علمی پیاس بجھانے کے لیے اصل آب رودِ مآخذ اور مصادر کی طرف اشارہ بھی کر دیتے ہیں تاکہ مزید شناوری قاری خود کرے۔

کتاب نہ صرف اصولِ تحقیق کے مطابق حوالہ جات سے بہ حسن وخوبی مزین ہے بلکہ اس میں اشخاص، کتب ورسائل، اماکن، اداروں (تنظیموں، تحریکات، کلیات، جامعات) کے اشاریہ جات کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ اردو کتب میں بالعموم اس امر کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ امید کی جاتی ہے کہ اردو مصنفین اردو زبان میں پنپتی اس مغربی روایت کی آب یاری کیا کریں گے جس سے محققین کو سہولت رہتی ہے۔

کتاب کے مواد کا حجم ۷۵۲ صفحات میں سمویا گیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر ذرا توجہ کر کے یہ کتاب پانچ سو تا چھے سو صفحات میں ذرا کم قیمت پر تیار ہو جاتی۔ اگلی اشاعت میں یہ کام دو تین طریقے اختیار کر کے بہ آسانی کیا جا سکتا ہے: الفاظ کا فونٹ سائز ذرا کم کر دیا جائے جس سے فی صفحہ سطور کی تعداد تئیس سے پچیس تک بڑھ جائے گی؛ اور پھر بھی موجودہ حاشیے میں دو مزید سطور بڑھا کر ان کی تعداد ستائیس تک کی جا سکتی ہے، مزید برآں کتاب کا افقی متن ۴ر انچ کی وسعت میں ہے جسے کاغذ کے اسی سائز میں ۴ء۵ تک بڑھا کر صفحات کی تعداد بیس فی صد کم کی جا سکتی ہے۔ آٹھ ابواب میں سے ہر باب کے شروع میں ایک خالی صفحہ کم کر کے آٹھ مزید صفحات کم کیے جا سکتے ہیں۔ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرح کتاب کا حجم اس دائرے میں آجائے گا جو باعثِ کشش ہونے کی بنا پر قاری کی زیادہ توجہ حاصل کر سکے گا۔ یوں کتاب کی قیمت بھی کم ہو جائے گی۔ موجودہ شکل میں حجم بے قابو ہونے کے سبب کتاب کی شیرازہ بندی ناقص ہے۔

کتاب کی طباعت معیاری ہے۔ دل خوش کن امر یہ ہے کہ پوری کتاب میں اردو کے ہندسے استعمال کیے گئے ہیں۔ کاش! ہمارے دیگر اردو ناشر اس مائل بہ کہولت روایت کو تقویت دیں۔ اردو برقیاتی کتابت کی صورت میں ہماری کتب میں اغلاط کی کثرت کو اب کسی حد تک قبول کر لیا گیا ہے۔ حیرت انگیز طور پر زیرِ نظر کتاب اس نقص سے بڑی حد تک خالی ہے، جو اس کتاب کے متعلقین کی دقیقہ رسی کا ثبوت ہے۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com